معیار: علمی و تحقیقی مجلّہ, شعبۂ اُردو، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، جلد:۱، شمارہ:۲ جولائی-دسمبر۲۰۰۹ء

پاکستان میں ایرانی مطالعات اور فارسی تحقیقِ متن کے مباحث

فارسی تحریر: ڈاکٹر عارف نوشاہی*

اُردو ترجمہ: ڈاکٹر عصمت درّانی**

میری یہ گفتگو پاکستان کی موجودہ جغرافیائی حدود پر محیط ہوگی اور زمانی حدود بھی ۱۹۴۷ء میں قیامِ پاکستان اور اس کے بعد کی ہیں۔ اگرچہ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۱ء تک مشرقی پاکستان موجودہ پاکستان کا حصہ تھا اور ان چوبیس سالوں میں ایشیاٹک سوسائٹی آف پاکستان نے، جو کہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ کی تقلید میں ڈھاکہ میں قائم کی گئی، برِصغیر کے تاریخی فارسی متون کے احیا کے لیے خدمات انجام دی ہیں، لیکن تاریخ کے اس باب کو ہم ''بنگلا دیش میں ایران شناسی'' کے حوالے کرتے ہوئے صرف پاکستان کو موضوعِ سخن بناتے ہیں۔

۱۹۴۷ء میں جب پاکستان کو مہان ہندوستان سے علیحدگی کے بعد سیاسی آزادی حاصل ہوئی، یہاں فارسی مطالعات کے دو قدیم مراکز تھے۔ ایک، گورنمنٹ کالج لاہور [اب جی سی یونی ورسٹی] جو ۱۸۶۴ء میں قائم ہوا اور اُسی زمانے میں وہاں شعبۂ فارسی بھی فعّال تھا۔ دوسرا، اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، لاہور جس کا قیام ۱۸۷۰ء میں عمل میں آیا اور اُسی وقت سے وہاں فارسی تدریس، فارسی ادبیات سے متعلق تحقیقات اور ایرانی مطالعات کا آغاز ہو چکا تھا۔

فارسی تدریس اور تحقیق کے ان دو مراکز کے قیام کو آزادیِ پاکستان تک تقریباً اسّی (۸۰) سال گذر چکے تھے۔ اس عرصے میں یہ ادارے تحقیقی سرگرمیوں میں مولانا محمد حسین آزاد (۱۸۳۰-۱۹۱۰ء)، ڈاکٹر شیخ محمد اقبال (۱۸۹۴-۱۹۴۸ء)، حافظ محمود شیرانی (۱۸۸۰-۱۹۴۶ء)، اور پروفیسر مولوی محمد شفیع (۱۸۸۳-۱۹۶۳ء) جیسے معروف دانشوروں کی خدمات سے بالواسطہ یا بلاواسطہ بہرہ ور رہے۔

حافظ محمود شیرانی قیامِ پاکستان سے قبل ہی ریٹائر ہو چکے تھے۔ لاہور میں ایک بھرپور علمی زندگی بسر کرنے کے بعد وہ اپنے وطن ٹونک، راجھستان لوٹ گئے اور ۱۹۴۶ء میں وہیں وفات پائی۔ لیکن جب تک وہ لاہور میں رہے، اورینٹل کالج اور انھیں لازم و ملزوم سمجھا جاتا تھا۔ ٹونک جانے سے پہلے وہ اپنی زندگی کا علمی سرمایہ یعنی تین ہزار فارسی مخطوطات پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے حوالے کر گئے جو اس وقت پاکستان کا نفیس اور نادر مخطوطات پر مشتمل ایک اہم ذخیرۂ کتب سمجھا جاتا ہے۔ انھوں نے تحقیق و تدوین کا جو اسلوب قائم کیا وہ آج

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ فارسی، گورڈن کالج، راول پنڈی۔

** لیکچرر، شعبۂ فارسی، اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور۔

پاکستان میں ''شیرانی مکتبِ تحقیق'' کے نام سے معروف ہے۔ شیرانی کے اسلوبِ تحقیق کی خصوصیت داخلی شہادتوں پر اعتماد اور ان سے استناد کرنا ہے۔ تحقیق کا یہ اسلوب ان کے تمام تحقیقاتی کاموں سے عیاں ہے۔

شیرانی کی اردو تحقیقات کا ایک حصہ **شاہنامہ** اور فردوسی سے متعلق ہے۔ فردوسی اور **شاہنامہ** سے متعلق ان کے چار اردو مقالوں کا فارسی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔[1] فارسی ادب کے سبھی محققین بخوبی آگاہ ہیں کہ شیرانی نے اپنی تحقیقات کی رُو سے فردوسی کے متعلق ضعیف تصوّرات و نظریات کو باطل قرار دیا ہے، لہٰذا انھیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

شیرانی کا تذکرہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ ان کے لاہور ترک کر دینے کے بعد بھی اورینٹل کالج ہنوز مکتبِ شیرانی کے زیرِ اثر ہے اور ان کے نامور شاگردوں میں سے ڈاکٹر سید عبداللہ (۱۹۰۴-۱۹۸۶ء) اور ڈاکٹر وحید قریشی (۱۹۲۵-۲۰۰۹ء) نے ان کی تحقیقی روش کی پیروی کی اور انھی کے راستے پر گامزن رہے۔

ایک دوسرے استاد جنھوں نے اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی میں تحقیقِ متن اور ایرانی مطالعات کے ضمن میں قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں،، پروفیسر مولوی محمد شفیع (۱۸۸۳-۱۹۶۳ء) ہیں جنھیں سب جانتے ہیں۔ وہ قیامِ پاکستان سے پہلے ہی سے اورینٹل کالج سے وابستہ تھے اور اپنی وفات تک وہاں علمی سرگرمیوں میں مشغول رہے۔ عربی اور فارسی ان کے خاص مضامین تھے۔ **مطلع سعدین و مجمع بحرین**،[2] **تذکرۂ میخانہ**،[3] **مکاتباتِ رشیدی**[4] اور عنصری کی نو دریافت **مثنوی وامق و عذرا**[5] کی تصحیح تدوین ان کے اہم فارسی کاموں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کی زیرِ ادارت شایع ہونے والے **اورینٹل کالج میگزین** کو برِّصغیر میں ایرانی مطالعات اور فارسی ادب کے بہترین مجلّات میں شمار کیا جاتا تھا اور مشرق و مغرب میں مشرقیات پر کام کرنے والوں کے ہاں اس کے حوالے ملتے ہیں۔ سی اے اسٹوری کی کتاب ''فارسی ادبیات، ایک سوانحی و کتابیاتی جائزہ''[6] میں اُس دور کے **اورینٹل کالج میگزین** میں شایع ہونے والے متون اور مقالات کے حوالے باقاعدگی سے ملتے ہیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد اورینٹل کالج لاہور میں ایرانی مطالعات اور فارسی متون کی تدوین کرنے والوں میں ڈاکٹر محمد باقر (۱۹۱۰-۱۹۹۳ء) قابلِ ذکر ہیں۔ ڈاکٹر محمد باقر انگلستان سے فارغ التحصیل تھے لیکن جدید ایرانی فارسی سے بخوبی آشنا تھے۔ ان کا شمار ان اساتذہ میں ہوتا تھا جن کی اپنے دور میں ایران میں خاصی آمد و رفت تھی اور ان کا ایرانی دانش وروں کے ساتھ ملنا جلنا اور مراسلت رہتی تھی۔ وہ فارسی ادبیات و ایرانی مطالعات سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ شاہِ ایران نے ''ایران فنڈ'' کے نام سے کچھ سرمایہ شعبۂ فارسی پنجاب یونیورسٹی کے لیے مختص کیا جس سے ڈاکٹر محمد باقر کی صوابدید سے فارسی متون شائع ہوتے رہے۔ ڈاکٹر محمد باقر کے اہتمام سے **فرہنگ مدار الافاضل**،[7] **کلیات جویای تبریزی**[8] اور **تذکرۂ مخزن الغرایب**[9] (جلد ۱ و ۲) کی اشاعت ان فنڈز کے جائز مصرف کی عمدہ مثال ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر محمد باقر نے پنجابی ادبی اکادمی کے نام سے بھی ایک ادارہ تشکیل دیا تھا جس کے زیرِ اہتمام پنجاب کے مصنفین کے فارسی متون یا پنجاب کی تاریخ سے متعلق فارسی، اردو کتب شائع کی جاتی تھیں۔ اس اکادمی نے کئی عمدہ اور گرانقدر فارسی متون شایع کیے، جیسے **کلیات آفرین لاہوری**،[10] **دیوان واقف لاہوری**،[11] **دیوان غنیمت کنجاہی**[12] اور **مثنوی نیرنگ عشق**[13] وغیرہ۔

ڈاکٹر سید عبداللہ (۱۹۰۴-۱۹۸۶ء) جو اورینٹل کالج میں اردو کے استاد تھے، فارسی شعر و ادب سے بھی گہرا شغف رکھتے تھے۔ ان کی بیشتر تحقیقات اردو اور انگریزی زبان میں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب تنقیدی ذہن کے مالک تھے۔ حافظ شیرازی اور بعض قدیم فارسی متون کے بارے میں ان کے عالمانہ مقالات کا **مجموعہ زبان و فارسی ادب** کے نام سے مرتّب ہو کر چھپ چکا ہے[۱۴] جس کا فارسی ترجمہ ضرور ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کا شمار پاکستانی دور کے پیش رو مخطوطہ شناسوں میں بھی ہوتا ہے۔ انھوں نے پنجاب یونیورسٹی کے فارسی خطی نسخوں کی فہرست انگریزی زبان میں تیار کی۔[۱۵]

ڈاکٹر سید محمد اکرم اکرام پہلے اورینٹل کالج میں صدر شعبہ فارسی رہے اور اِس وقت وہاں شعبۂ اقبالیات کے مدیر ہیں۔ فارسی کے خوش ذوق شاعر ہونے کے ساتھ فارسی ادب کے اچھے نقاد بھی ہیں۔ برصغیر کے معروف ادبی نقاد سراج الدین علی خان آرزو (م ۱۱۶۹ھ) کی تین تألیفات **دادِ سخن**،[۱۶] **تنبیہ الغافلین**[۱۷] اور **سراج منیر**[۱۸] کی تصحیح و تدوین ان کے قابل ذکر ادبی کارنامے ہیں۔ استاد بزرگوار ڈاکٹر شفیعی کدکنی نے اپنے مقالات اور کتابوں خصوصاً شیخ علی حزین پر اپنی کتاب **شاعری در هجوم منتقدان**[۱۹] میں ڈاکٹر اکرم کے کام سے استفادہ کیا ہے۔ ڈاکٹر اکرم کا ایرانی مطالعات سے متعلق دوسرا اہم کام ان کی تحقیق **اقبال در راہ مولوی**[۲۰] ہے جو مکرّر چھپ چکی ہے۔ انھوں نے اس کتاب میں ثابت کیا ہے کہ اقبال فکری لحاظ سے مولانا روم سے کس قدر متاثر ہیں۔

پنجاب یونیورسٹی نے قیام پاکستان کے بعد ''ادارۂ تحقیقات پاکستان'' (Pakistan Research Society) کے نام سے ایک تحقیقی مرکز قائم کیا۔ اس ادارے کے مدیروں میں فارسی کے معروف استاد اور **گرایشهای تازہ در زبان فارسی**[۲۱] کے مؤلف ڈاکٹر عبدالشکور احسن (۱۹۱۶-۲۰۰۷ء) بھی شامل رہے ہیں۔ اگرچہ اس ادارے کا مقصد پاکستانی تاریخ و ثقافت کی تحقیق ہے لیکن اس کے سربراہان اور عہدہ داران اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ پاکستان کی تاریخ اور ثقافت فارسی زبان و ادب سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک اس ادارے سے فارسی زبان و ادب سے متعلق کئی فارسی کتب اور فارسی سے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ میں **فہرست مخطوطات شیرانی**،[۲۲] **انشاے ماہرو**،[۲۳] **مکتوبات سعداللہ خان** (وزیر شاہ جہان)[۲۴] اور **پاکستان میں فارسی ادب کی تاریخ**[۲۵] (جلد ۳ تا ۵) کا ذکر کروں گا۔

پنجاب یونیورسٹی کے مرکزی کتب خانہ کا شمار پاکستان کے قدیم اور بڑے کتب خانوں میں ہوتا ہے۔ کتب خانہ میں مشرقی زبانوں کا شعبہ جو خطی نسخوں اور مطبوعہ کتابوں پر مشتمل ہے، علیحدہ ہے۔ یہاں عربی، فارسی اور سنسکرت زبانوں کے تقریباً تیس (۳۰) ہزار مخطوطات موجود ہیں۔ اس وقت یہ کتب خانہ فارسی ادب اور ایرانی مطالعات کے لیے ایک اہم منبع اور مرجع کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں تازہ اضافہ ''اتاق ایران شناسی'' کے نام سے وہ شعبہ یا دارالمطالعہ ہے جہاں ایران اور فارسی ادب سے متعلق تازہ فارسی مطبوعہ مواد قارئین کو یک جا دستیاب ہے۔

آغاز میں، میں نے گورنمنٹ کالج، لاہور کا نام لیا تھا جو پنجاب یونیورسٹی سے زیادہ قدامت کا حامل ہے۔ قیام پاکستان سے قبل وہاں کے قابل ذکر اساتذہ اور محققین میں مولانا محمد حسین آزاد (۱۸۳۰-۱۹۱۰ء) کا نام لیا جا سکتا ہے۔ مولانا آزاد نے مطالعاتی مقاصد کے لیے ایران کا سفر بھی کیا تھا۔ ایران کے چپہ چپہ کی سیر کی، حتی یغمائی جندقی کے اخلاف سے ملنے سمنان بھی جا نکلے! انھوں نے ایران میں ایرانی علما سے ملاقاتیں کیں، خطی نسخے اور شائع شدہ کتب خرید کر اپنے ساتھ لائے جو ان کے ذخیرۂ کتب مخزونہ پنجاب یونی ورسٹی میں محفوظ ہیں[۲۶]

میں نے ان کی ''سیر ایران'' کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے جو استاد ایرج افشار کی مہربانی سے مجلّہ **آیندہ** کے دوشماروں میں چھپ چکا ہے [۲۷]۔ ایرانی شعرا کے تذکرے پر مشتمل مولانا آزاد کی تصنیف **سخندان فارس** موجود ہے۔ [۲۸]

گورنمنٹ کالج، لاہور کے شعبۂ فارسی سے وابستہ ایک اور استاد قاضی فضل حق (۱۸۸۷-۱۹۳۹ء) بھی مخطوطات اور ایرانی مطالعات سے گہری دل چسپی رکھتے تھے۔ ان کی اردو کتاب **سخنوران ایران** فارسی گو شعرا کا تذکرہ ہے [۲۹]۔ فارسی ادب سے متعلق ان کے اردو مقالات ان کے مجموعے **مقالات پروفیسر خان صاحب قاضی فضل حق** (سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۶ء) میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ [۳۰]

صوفی غلام مصطفیٰ تبسم (۱۸۹۹-۱۹۷۸ء) قیام پاکستان کے وقت گورنمنٹ کالج، لاہور میں صدر شعبۂ فارسی تھے۔ انھوں نے فارسی مطالعات کی ترویج کے لیے ''انجمن فارسی'' کی بنیاد رکھی۔ اسی انجمن کی دعوت پر نام ور ایرانی اساتذہ سعید نفیسی، بدیع الزمان فروزانفر اور علی اصغر حکمت وہاں تشریف لائے۔ تقاریر کیں اور ہماری حوصلہ افزائی کا باعث بنے۔

گورنمنٹ کالج کے شعبۂ فارسی کے استاد ڈاکٹر ظہور الدین احمد استاد نے چھ جلدوں میں **پاکستان میں فارسی ادب کی تاریخ** لکھ کر موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ تدوین متون کے سلسلے میں ان کی مرتبہ کتاب **خلاصۂ جواہر القرآن** قابل ذکر ہے جو قرآن مجید کی ایک قدیم عربی-فارسی فرہنگ ہے۔ [۳۱]

گورنمنٹ کالج میں ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی کی زیر سرپرستی ''مجلس تحقیق و تالیف'' بھی قائم ہے۔ اس مجلس کے زیر اہتمام اردو اور فارسی ادبیات سے متعلق بہت سی کتب شائع ہو چکی ہیں۔ میں یہاں صرف چند تحقیقی کتب کے نام لوں گا: **خلاقیات ایرانی ادبیات میں**، [۳۲] **فارسی غزل اور اس کا ارتقا**، [۳۳] **گنجینۂ معانی**۔ [۳۴] ان تینوں کتب کے مولف ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی ہیں۔

حال ہی میں جی سی یونی ورسٹی کے شعبۂ فارسی سے ملحق ''اتاق ایران شناسی'' قائم ہوا ہے۔ جہاں فارسی ادب اور ایران شناسی سے متعلق حوالے کا مواد دستیاب ہے۔ شعبۂ فارسی میں ایک فارسی-اردو لغت پر بھی کام ہو رہا ہے، جس کی بنیاد **لغت نامۂ دہخدا** پر رکھی گئی ہے۔

لاہور میں پنجاب یونیورسٹی اور گورنمنٹ کالج کے علاوہ بھی چند دیگر تحقیقی و ثقافتی مراکز موجود ہیں جو سب قیام پاکستان کے بعد قائم ہوئے اور ان کے مقاصد متعیّن ہیں۔ اگرچہ ان اداروں کا براہ راست فارسی زبان و ادب اور ایرانی مطالعات سے کوئی سروکار نہیں ہے لیکن ان کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ فارسی ادب پر بھی توجہ رکھیں۔

ایسے مراکز میں ایک ''مجلس ترقی ادب'' ہے جس نے بالواسطہ اور بلاواسطہ فارسی ادب کی بھی خدمت کی ہے۔ ڈاکٹر ظہور الدین احمد کی تصنیف **پاکستان میں فارسی ادب کی تاریخ** کی دوسری جلد اسی ادارے سے شائع ہوئی اور اردو اور فارسی کے دیگر کئی قدیم متون بھی مجلس کے زیر اہتمام چھپے۔ درحقیقت مجلس ترقی ادب پاکستان میں کلاسیک متون کی تنقیدی اشاعت کا پہلا ادارہ ہے۔ اسی مجلس کے زیر اہتمام فارسی میں تصنیف شدہ اردو شعرا کے تذکرے اور بعض قدیم کلاسیکی فارسی متون کے اردو تراجم بھی شائع ہوئے ہیں۔ تنقیدی کتب کی تصنیف و تالیف اور اشاعت بھی مجلس ترقی ادب کے اہداف میں شامل رہی ہے۔ الطاف حسین حالی کی تحریر کردہ شیخ سعدی شیرازی کے حالات زندگی پر پہلی مستقل کتاب **حیات سعدی** [۳۵] اور **سفرنامۂ ناصر خسرو** پر لکھا گیا حالی کا تنقیدی مقدمہ [۳۶] فارسی متن کے ساتھ اسی ادارے سے شائع ہوا ہے۔ مجلس

ترقی ادب نے فارسی ادب کے دو نام ور محققین کے مقالات کا ''کلیات'' چھاپنے کی خدمت بھی انجام دی ہے۔حافظ محمود شیرانی کے اردو مقالات کی دس جلدوں میں اشاعت ہوئی ہے،[۳۷] جن میں سے دو جلدیں مکمل طور پر ایرانی مطالعات اور فارسی ادب سے متعلق ہیں۔ایک جلد فردوسی اور **شاہنامہ** کے بارے میں چار طویل مقالوں پر مشتمل ہے اور دوسری جلد شبلی نعمانی کی **شعرالعجم** پر تنقید ہے۔سب بخوبی آگاہ ہیں کہ علامہ شبلی نعمانی (۱۸۵۷-۱۹۱۴ء) نے فارسی شاعری کی تاریخ **شعرالعجم** کے نام سے پانچ جلدوں میں لکھی ہے جس کا فارسی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔[۳۸] شیرانی تحقیقی کاموں میں جو بلند نگاہ اور دقیق طبع رکھتے تھے اس کے زیر اثر انھوں نے **شعرالعجم** کی ایک ایک سطر کو اپنے معیار کے مطابق پرکھا ہے اور اس پر ایک ضخیم تنقیدی جلد تحریر کی ہے۔صاحبانِ علم و نظر اس بات پر متفق ہیں کہ اس تنقید کی قدر و قیمت **شعرالعجم سے کہیں** بڑھ کر ہے۔فردوسی پر چار مقالوں کی طرح، شیرانی کی **تنقید شعرالعجم** کا بھی فارسی ترجمہ ہو چکا ہے۔[۳۹]

فارسی کے دوسرے محقق مولوی محمد شفیع کے اردو مقالات **مقالاتِ مولوی محمد شفیع** کی پانچ جلدیں بھی مجلس نے شایع کی ہیں[۴۰] جو تمام تر ایرانی مطالعات، فارسی ادب اور متون کی تحقیق سے متعلق ہیں۔تیمور اور ظفر نامۂ شرف الدین یزدی سے متعلق ان کی یادداشتیں الگ چھپی ہیں۔[۴۱] مولوی محمد شفیع متنی تحقیق سے گہری دلچسپی رکھتے تھے اور مختصر متون یا کتاب کے کسی ایک حصہ کی تصحیح کرتے تھے اور اسے مقالہ کی صورت میں چھپوا دیتے تھے۔ان کے مقالات کی ایک جلد مکمل طور پر خوش نویسوں، ہنرمندوں، آثار خوشنویسی اور خوشنویسی کے فارسی متون کے بارے میں ہے۔

حکومت پاکستان نے لاہور میں ''اردو سائنس بورڈ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کا مقصد اردو زبان میں ایسی کتب کی تیاری ہے جس سے یونیورسٹیوں میں اردو زبان میں سائنس کی تدریسی ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔پاکستان میں یہ ادارہ ایران کے ''مرکز نشر دانشگاہی'' سے مماثلت رکھتا ہے۔''اردو سائنس بورڈ'' ہند و پاکستان کی فارسی میراث سے غافل نہیں ہے، لہٰذا بہت سے اہم تاریخی متون اور تذکروں کے اردو تراجم کی اشاعت بورڈ کی جانب سے ہوئی ہے۔میری مراد **طبقات اکبری**،[۴۲] **ماثر الامراء**،[۴۳] **سیر العارفین**[۴۴] اور **مقامات مظہری**[۴۵] کے تراجم سے ہے۔

''اقبال اکادمی پاکستان'' بھی ایک اہم تحقیقی ادارہ ہے جس کا محورِ کار اقبال کے افکار کی تحقیقات ہیں۔چونکہ اقبال کے افکار کا فارسی اور ایران سے گہرا تعلق ہے، اکادمی کا دائرۂ کار خود بخود فارسی اور ایران کی طرف مڑ جاتا ہے۔چنانچہ **کلیات اقبال** (فارسی) کے برائے ایران و تاجکستان ایڈیشنوں کے علاوہ دیگر فارسی کتب مثلاً **تذکرۂ شعرائے کشمیر**،[۴۶] **تذکرۂ شعرائے پنجاب**،[۴۷] **زندہ رُود** کے فارسی ترجمہ (اقبال کی سوانح)[۴۸] کی اشاعت کو اکادمی کی فارسی کے لیے گرانقدر خدمات میں شمار کیا جاتا ہے۔

دیال سنگھ (ٹرسٹ) کالج، لاہور میں ایک مرکز تحقیق قائم ہوا ہے جہاں قلمی نسخے رکھے گئے ہیں۔اب تک اس مرکز سے عربی و فارسی، اردو، پنجابی قلمی نسخوں کی فہرست کی پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

لاہور میں نجی شعبے کا ادارہ ''پیکجز لمیٹڈ'' بہتر مالی وسائل رکھتا ہے۔اس کا اصل کام گتّے کی مصنوعات کی تیاری ہے اور چونکہ گتے کا تعلق کاغذ سے ہے اور کاغذ کو کتاب سے جدا نہیں کیا جاسکتا لہٰذا اس ادارے کی انفرادیت یہ ہے کہ اس نے بعض فارسی متون عمدہ اور نفیس کاغذ

پر بہترین صورت میں شایع کیے ہیں۔ میرا اشارہ **کلیات غزلیات خسرو**[۴۹] کی طرف ہے جو صحت متن اور صوری حسن کی وجہ سے قارئین میں سرور پیدا کرتا ہے۔

لاہور کا ذکر قدرے طویل ہو گیا ہے، اب ملک کے دیگر مراکز کا رخ کرتے ہیں۔

صوبہ سندھ اپنی قدامت، تاریخ اور فارسی اور ایران سے اپنی وابستگی اور قربت کے باعث پاکستان میں ایرانی مطالعات اور تحقیق متون کا اہم ترین مرکز شمار کیا جاتا ہے۔

کراچی یونیورسٹی میں تدریسی سرگرمیوں کا آغاز قیام پاکستان کے بعد ہوا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ فارسی کے استاد ڈاکٹر ہادی حسن کے ممتاز شاگرد ڈاکٹر غلام سرور (۱۹۰۹-۱۹۹۸ء) شعبۂ فارسی کے پہلے سربراہ مقرر ہوئے۔ **تاریخ شاہ اسماعیل صفوی** پر انھوں نے اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ تحریر کیا۔[۵۰] اُس وقت جب کہ یونیورسٹی سے کتب کی اشاعت کے سلسلے میں کوئی کمک میسر نہ تھی مجبوراً ڈاکٹر غلام سرور اپنی تحقیقات کو ذاتی خرچ سے اپنے ہی قائم کردہ ادارے مکتبۂ خورشید درخشان سے چھپواتے رہے۔ اس ادارے نے کراچی یونیورسٹی کے بی اے اور ایم اے فارسی نصاب کی کئی کتب جو خود ڈاکٹر غلام سرور کی تصانیف سے تھیں، شایع کیں۔[۵۱] وہ قلمی نسخوں کی فہرست سازی کے لیے کچھ عرصہ اوچ میں مقیم رہے۔[۵۲] وہی جگہ جہاں سدید الدین محمد عوفی نے دربار ناصر الدین قباچہ (۶۰۶-۶۲۵ھ) میں **لباب الالباب** تالیف کی تھی۔ اوچ میں رہ کر ڈاکٹر غلام سرور کو وہاں مدفون بخاری الاصل صوفیہ کے آثار سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ لہٰذا انھوں نے اپنی زندگی کا آخری حصہ صوفیہ اوچ کے دو فارسی متون کی تحقیق میں صرف کر دیا۔ ان میں سے ایک باقر بن عثمان بخاری اوچی کی **جواہر الاولیاء**[۵۳] ہے اور دوسرے مخدوم جہانیاں جہان گشت بخاری اوچی کے ملفوظات **خلاصۃ الالفاظ جامع العلوم**[۵۴] ہیں۔ تحقیق متن کا ایک ایسا نمونہ جو غالباً پاکستان میں پہلی مرتبہ ڈاکٹر غلام سرور کے ذریعے متعارف ہوا، یہ تھا کہ انھوں نے مذکورہ بالا دونوں متون سے متعلق اپنی تحقیقات و تتبعات کو متن سے علیحدہ چھپوایا یعنی ایک جلد مقدمہ کے نام سے اور دوسری جلد متن پر مشتمل ہے۔

کراچی یونیورسٹی کے شعبہ فارسی کے دیگر اساتذہ میں سے ایک اہم نام ڈاکٹر ساجد اللہ تفہیمی کا ہے۔ **تذکرہ شعرای اصفہانی شبہ قارہ**[۵۵] اور **کشف الالفاظ اقبال**[۵۶] ان کے کارہائے نمایاں ہیں۔ پہلی کتاب اصفہان کے ان فارسی گو شعرا کا تذکرہ ہے جو برّصغیر آ گئے تھے۔ موخر الذکر کتاب شاید ایران میں متعارف نہیں ہے۔ یہ اشعار کا اشاریہ بنانے کے لیے نمونے کی کتاب ہے اور ایران میں اس کو متعارف ہونا چاہیے۔

انسٹیٹوٹ آف سنٹرل اینڈ ویسٹ ایشین سٹڈیز تقریباً ۱۹۷۰ء سے کراچی یونیورسٹی میں قائم ہے۔ اس مرکز کے کچھ اہداف کا تعلق ماوراء النہر سے ہے اور کچھ کا ایران سے۔ اس وقت اس ادارے کا شمار اس اعتبار سے پاکستان کے مفید تحقیقی مراکز میں ہوتا ہے جو تحقیقی کاموں کو اکیڈمک طریقے سے شایع کرتا ہے اور اس کی مطبوعات ایران کے علمی حلقوں میں بھی متعارف ہیں۔ صفوی دور کی تاریخ کے ماہر، ممتاز پاکستانی مورّخ ڈاکٹر ریاض الاسلام (۱۹۱۹-۲۰۰۷ء) اس انسٹیٹیوٹ کے کئی سال تک سیکرٹری رہے۔ ان کی انگریزی کتاب *Indo Persian Relations* اور *Calender of Documents on Indo-Persian Relations* تہران اور کراچی سے شائع ہو چکی

ہے۔[57] وہ فارسی زبان سے خاص لگاؤ رکھتے تھے۔ان کی توجہ سے انگریزی زبان میں تنقیدی اور تجزیاتی کتب کے علاوہ بہت سے اہم فارسی متون بھی پہلی بار اس انسٹیٹیوٹ سے شائع ہوئیہیں۔جن میں **بحرالاسرار** بلخی، [58] **تذکرۂ مجمع الشعرای جہانگیر شاہی**، [59] **تذکرۃ الشعرا** جہانگیر بادشاہ، [60] **مثمر** [61] اور **نصرت نامۂ ترخان** [62] قابل ذکر ہیں۔ڈاکٹر ریاض الاسلام استاد ایرج افشار کے دیرینہ دوست تھے اور استاد ایرج افشار کی مرتّبہ دو کتب **جامع التواریخ حسنی** [63] اور **سعادت نامہ** [64] بھی اس ادارے کے زیر اہتمام شائع ہوچکی ہیں۔ سندھ میں ایرانی اور فارسی ادب کے مطالعات کے ضمن میں پیر سید حسام الدین راشدی (۱۹۱۱-۱۹۸۲ء) کا نام سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔پاکستان میں اگر کسی کو صحیح معنوں میں ایران شناس اور ایران دوست کہا جاسکتا ہے تو وہ پیر صاحب ہیں۔ان کی تمام تر توجہ اور رجحان، باوقار انداز میں مطالعات وتحقیقات کے ذریعے پاکستان میں فارسی کے حفظ واحیا کی طرف تھا۔انھیں اپنی تحقیقات کو منظر عام پر لانے کی غرض سے سندھی ادبی بورڈ کی شکل میں ایک مناسب پلیٹ فارم مل گیا۔بورڈ کا مقصد سندھ کی تاریخ، ادب اور ثقافت سے متعلق فارسی اور سندھی متون کی اشاعت ہے۔پیر صاحب نے گوشۂ گمنامی میں پڑے کئی فارسی قلمی نسخوں کی تدوین وتصحیح کی اور بورڈ کی طرف سے منظر عام پر لے آئے۔سندھی ادبی بورڈ کے زیر اہتمام پیر صاحب کی شائع شدہ کتب کو پاکستان میں تحقیق متن کے بہترین نمونے کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔پیر صاحب سندھ کے ہر نوع کے مآخذ پر دسترس رکھنے کے باعث اپنا علمی مواد اس خوبی سے پیش کرتے ہیں کہ پڑھنے والا ان کی معلومات کی وسعت اور نکتہ رسی پر حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔اس کی بہترین مثال میر علی شیر قانع ٹھٹوی کا مکلی کے قبرستان کے حالات پر رسالہ **مکلی نامہ** [65] ہے جس کا متن ۱۰۰ صفحات سے زیادہ کا نہیں ہے لیکن پیر راشدی نے اپنی تحقیقات وتعلیقات کے ذریعے ان سو صفحات کو تقریباً ایک ہزار صفحے کی کتاب میں تبدیل کر دیا ہے۔اسی طرح ان کا دوسرا اہم کارنامہ **تذکرۂ شعرائے کشمیر** (۴ جلدیں) ہے جسے انھوں نے اپنے علمی عجز وانکسار کی بنا پر میرزا اصلح کے **تذکرۂ شعرائے کشمیر** کا تکملہ کہا ہے، حالانکہ میرزا اصلح کی کتاب محض تذکرہ نویسوں کی روایتی لفاظی و مدّاحی پر مشتمل ہے اور اگر اس پر پیر صاحب کی تعلیقات نہ ہوتیں تو خود متن میں کام کی باتیں بہت کم ہیں۔پیر صاحب نے اصلح کی کتاب کو ایک جلد میں مرتّب کیا اور بعد میں اس پر اپنی چار جلدوں کا تکملہ لکھا۔یہ ''خمسہ'' آج کشمیر میں فارسی شعر وادب کے حوالے سے ایک مستند اور جامع ترین مأخذ کا درجہ رکھتا ہے۔تدوین وتحقیق متون کے سلسلے میں پیر صاحب کا کام مقدار اور معیار، دونوں اعتبار سے اس وقت پاکستان میں سرِ فہرست ہے۔پیر صاحب کی ایک اور کتاب جو ان کی وفات کے بعد شائع ہوئی ہے، ایران شناسی اور فارسی ادب سے متعلق ان کے اردو مقالات کا مجموعہ **مقالات راشدی** [66] ہے۔

پہلے کراچی یونیورسٹی اور بعد میں سندھ یونیورسٹی، جام شورو کے شعبۂ اردو سے وابستہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان (۱۹۱۲-۲۰۰۵ء) کا بیشتر کام فارسی ادب سے متعلق ہے۔ان کا ڈاکٹریٹ تھیسز **سید حسن غزنوی** (انگریزی)، **تاریخ بہرام شاہ غزنوی** (انگریزی، طبع لاہور، ۱۹۵۵ء)، **فارسی پر اردو کا اثر** (طبع ۱۹۵۲ و ۱۹۶۱ء) اور انگریزی مجموعۂ مقالات ***Persian Literature in the Indo-Pak Subcontinent*** (۱۹۷۲ء)، **دیوان عظیم تتوی** (طبع ۱۹۶۲ء)، **چند فارسی شعرا** (طبع ۱۹۸۹ء) قابل ذکر ہیں۔لیکن فارسی کی خدمت کے لیے ان کا اصل کام سلسلۂ نقشبندیہ مجدّدیہ کے متون کا احیاء ہے۔انھوں نے کئی فارسی متن مرتّب کیے، جیسے **آگاہی میر کلال**، تصنیف شیخ شہاب الدین (م ۸۰۸ھ) (طبع ۱۹۶۱ء، کراچی)، **سبیل الرشاد** تصنیف عبدالاحد سرہندی (طبع ۱۹۷۶ء)، **ہدایت الطالبین** تصنیف شاہ ابوسعید

مجدّدی، **وصال احمدی** تصنیف بدرالدین سرہندی (طبع ۱۹۶۸ء) اور بہت سے مختصر فارسی رسائل۔[۶۶ الف]

پاکستان کے دیگر دو صوبوں یعنی سرحد اور بلوچستان میں بیشتر توجہ مقامی زبان و تہذیب کی طرف مبذول رہی ہے۔ پشتو اکیڈمی پشاور اور بلوچی ادبی اکیڈمی کوئٹہ کی تحقیقات کا دائرہ کار مقامی زبانوں تک محدود ہے۔ بلوچی اور پشتو میں فارسی کی جڑیں تلاش کرنے والے محققین اور زبان شناسوں کے لیے بہر حال یہ تحقیقات بھی ممدّ و معاون ہیں۔

اب تک ہم نے حکومت پاکستان کی زیر سرپرستی قائم شدہ ایرانی مطالعات اور فارسی ادب سے متعلق اداروں کی خدمات کا سرسری جائزہ لیا ہے۔ ہماری گفتگو کا دوسرا حصہ پاکستان میں ایرانی مطالعات، فارسی ادب اور تحقیقِ متن کے مباحث سے متعلق قائم ایرانی اداروں کی سرگرمیوں سے ہے جو بہ ہر حال قابل ذکر ہیں۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد حکومت ایران نے کراچی میں خانۂ فرہنگ ایران قائم کیا اور بتدریج پاکستان کے دیگر شہروں حیدرآباد، ملتان، کوئٹہ، لاہور، راولپنڈی اور پشاور میں بھی خانہ ہای فرہنگ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ سفارت خانۂ ایران کا پاکستان میں ثقافتی اتاشی کا الگ دفتر (رایزنی فرہنگی سفارت ایران) قائم ہے۔ بھلے وقتوں میں ان دفاتر میں ڈاکٹر محمد حسین مشائخ فریدنی اور ڈاکٹر محمد جعفر محجوب جیسے فضلا بحیثیت سفیر و مشیر کام کرتے رہے ہیں اور ان کی ذات اس خطّے میں فارسی زبان کے استحکام کا وسیلہ تھی۔

ایران میں اسلامی انقلاب سے قبل خانہ ہای فرہنگ ایران نے پاکستانیوں کو فارسی زبان سکھانے کے لیے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ میرا شمار بھی ان طالب علموں میں ہوتا ہے جس نے فارسی زبان کی آموزش خانۂ فرہنگ ایران (راولپنڈی) سے کی اور ایران شناسی کا رجحان وہیں سے پایا۔ اُس زمانے میں خانہ ہای فرہنگ ایران کے منظّم و مرتّب کتب خانے محققین اور فارسی طالب علموں کے لیے بڑے کارآمد اور غنیمت تھے، لیکن انقلاب کے فوراً بعد خانہ ہای فرہنگ نے پاکستان میں اپنے قیام کے اصل مقاصد اور اہداف فراموش کر کے ایسے مسائل میں الجھ گئے جن کے ردّعمل کے طور پر بالآخر ان اداروں کو آگ لگانے اور ان کے چلانے والوں کی جان لینے کے واقعات رونما ہوئے۔ حقیقتاً ایران و پاکستان کے ثقافتی تعلقات کے ضمن میں یہ ایک افسوس ناک باب ہے۔ کئی سالوں بعد اب حکومت ایران نے اپنی ثقافتی حکمت عملی اور پالیسی پر نظر ثانی کی ہے تو پاکستان میں بھی قائم شدہ خانہ ہای فرہنگ میں ثقافتی سرگرمیاں کسی حد تک بحال ہوتی نظر آ رہی ہیں۔

پاکستان میں قائم ایرانی اداروں میں سے سب سے اہم اور نمایاں خدمات ''مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان'' کی ہیں جو ۱۹۷۰ء میں وزارت تعلیم پاکستان اور وزارت فرہنگ و ہنر ایران کے تعاون سے راولپنڈی میں قائم کیا گیا (بعد میں اسلام آباد منتقل ہو گیا)۔ قلمی نسخوں کو اکٹھا کرنا، پاکستانی کتب خانوں کے قلمی نسخوں کی فہرست نویسی اور اس علاقے کی تاریخ و ادبیات سے متعلق متون کی اشاعت مرکز کے بنیادی اہداف میں شامل ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب اپنے قیام کے تقریباً چالیس سال گذرنے کے بعد اپنے اہداف کی جانب خوب پیشرفت کر رہا ہے۔ اس مرکز کا کتب خانہ ''گنج بخش'' چونتیس (۳۴) ہزار سے زائد قلمی نسخوں اور تقریباً چالیس (۴۰) ہزار مطبوعہ کتب کے ساتھ فارسی ادب کے نہ صرف پاکستانی بلکہ غیر ملکی محققین کے لیے بھی استفادے کے بہترین مواقع فراہم کر رہا ہے۔

مرکزِ تحقیقاتِ فارسی ایران و پاکستان کا اصل کام یا یوں کہنا چاہیے کہ بہترین کارنامہ قلمی نسخوں کی فہرست نویسی رہی ہے۔ مرکز میں پہلی مرتبہ ڈاکٹر علی اکبر جعفری (مرکز کے اوّلین مدیر) کی تجویز پر پاکستان کے فارسی مخطوطات کے یونین کیٹلاگ کی تیاری کا کامیاب تجربہ کیا گیا۔ ایران کے ممتاز مخطوطہ شناس استاد احمد منزوی نے چودہ جلدوں میں **فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان**[۶۷] مرتّب کی۔ اس

فہرست کی اشاعت سے پاکستان میں فارسی ادبیات کے مطالعات اور ایران شناسی کے ضمن میں نئی جہات سامنے آئی ہیں۔ اس سے قبل محققین اپنی عمر کا ایک قیمتی حصہ قلمی نسخوں اور ماٰخذ کی تلاش میں صرف کر دیتے تھے اور بہت سے غیر معروف اور غیر متعارف ماٰخذ تک رسائی حاصل نہیں کر پاتے تھے۔ لیکن فہرست مشترک کی اشاعت سے ان منابع تک پہنچنا آسان ہو گیا ہے۔ فہرست مشترک کی اشاعت سے برصغیر میں فارسی ادب کی تاریخ کے بہت سے خالی ابواب اور سفید صفحات پُر ہو گئے ہیں۔ وہ اس طرح کہ؛ فرض کیجیے اس فہرست کی اشاعت سے قبل اگر ہم سراج الدین علی خان آرزو کی دس کتابوں سے واقف تھے تو آج اس فہرست کی برکت سے اس کی پندرہ تصانیف کے نسخوں سے آگاہ ہیں۔ گم نام مصنفین کی تصانیف کے نسخوں کا تو ذکر ہی کیا۔ برّصغیر میں ایرانی مطالعات اور فارسی ادب کے ہر محقق کے لیے اس فہرست سے رجوع کرنا ناگزیر ہے۔ خدا اس کے مولف کی ہمّت اور عمر میں برکت دے۔

مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان نے تدوین متون اور کتب کی اشاعت کے سلسلے میں گونا گون اقدامات کیے ہیں۔ کبھی کبھی یہ کتابیں پاکستان کے علاوہ دوسرے علاقوں سے متعلق بھی رہی ہیں، جیسے کہ وسطی ایشیا سے **لمحات من نفحات الانس**، [۶۸] **تذکرۂ بغراخانی** [۶۹] اور **دوبیتی ہای تاجیکی**، [۷۰] جنوبی ہند سے **گلزار آصفیہ** [۷۱] اور ایرانی مصنف شاہ داعی شیرازی کی تصانیف [۷۲] کی اشاعت وغیرہ۔ اگر یہ مرکز تحقیق و تدوین کے ضمن میں اپنی حکمت عملی وضع کر لیتا یا قیام کے وقت طے شدہ پالیسی پر بعد میں سختی سے کاربند رہتا تو آج اس کی خدمات پہلے سے بھی بہتر ہوتیں۔

مذکورہ سرکاری، نیم سرکاری اور جامعاتی اداروں کے علاوہ پاکستان میں پرائیویٹ ناشران اور افراد ذاتی طور پر تحقیق و اشاعت متون کا جو کام کر رہے ہیں، اس کے بیان کے لیے الگ دفتر درکار ہے۔ اگرچہ ان کاموں میں تحقیق کے معیارات کا رکھ رکھاؤ ویسا نہیں ہے جو کسی جامعاتی ادارہ کا ہے، لیکن یہ روایت بذات خود قابل ستایش ہے کہ ہمارے ناشران بہت سے مقبول عام فارسی متون اب بھی چھاپ رہے ہیں اور بہت سے افراد کسی نہ کسی محرّک سے فارسی کی مختلف النوع چیزیں مرتّب کر کے اپنے خرچ پر شایع کرتے رہتے ہیں۔

آخر میں فارسی ادب اور ایرانی مطالعات کی ترویج و فروغ کے لیے پاکستانی رسائل و جرائد کے کردار کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ قیام پاکستان کے وقت **اورینٹل کالج میگزین** (لاہور) واحد مجلّہ تھا جو ایرانی و فارسی مطالعات کی ترویج و فروغ کے لیے کام کر رہا تھا۔ بعد ازاں اسی کالج سے دیگر مجلّات **مجلّہ تحقیق**، **بازیافت** اور **سفینہ** کا اجرا ہوا جو فارسی ادب اور ایرانی مطالعات کے فروغ کے لیے کام کر رہے ہیں۔

مجلس ترقی ادب، لاہور سے **صحیفہ**، انجمن ترقی اردو، کراچی سے سہ ماہی **اردو** اور ماہ نامہ **قومی زبان** اگرچہ اردو زبان میں شائع ہوتے ہیں لیکن ان میں فارسی زبان و ادبیات کے لیے بھی صفحات مخصوص ہوتے ہیں۔ سندھ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو سے شائع ہونے والا جریدہ **تحقیق** فارسی مخطوطات شناسی اور فارسی ادب کے ضمن میں گرانقدر خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور کے مجلّہ ''**اقبالیات**'' کا ایک ایڈیشن کئی سال سے فارسی زبان میں شائع ہو رہا ہے۔

۱۹۸۳ء میں رایزنی فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران اسلام آباد کی زیر سرپرستی سہ ماہی **دانش** کا اجرا ہوا، جو کچھ عرصہ بعد مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان کو منتقل ہو گیا۔ اس کا مقصد علاقے میں فارسی ادب اور ایران شناسی سے متعلق تحقیقات کو فروغ دینا ہے۔ ابتدا میں یہ مجلّہ تین زبانوں یعنی اردو، فارسی اور انگریزی میں بھی شائع ہوتا رہا ہے، لیکن اب یہ صرف فارسی زبان میں شایع ہوتا ہے۔ اپنے آغاز سے لے کر اب تک بغیر کسی تعطل کے شایع ہونے والے **دانش** کا شمار پاکستان کے اہم پرچوں میں ہوتا ہے۔ عنقریب اس کا سواں (۱۰۰) شمارہ

آنے والا ہے۔ اس کے ابتدائی ۸۵ شماروں کا اشاریے مرتّب ہو کر چھپ چکے ہیں [۷۳] اسے دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس مجلّہ نے کس کس جہت سے فارسی ادب اور ایرانی مطالعات کی خدمت کی ہے۔

فارسی زبان میں شائع ہونے والے **ہلال**، **سروش** اور **پاکستان مصور** نامی تینوں مجلّے اگرچہ حکومتی کارناموں کے ابلاغ کے لیے سرکاری پرچے ہیں، تاہم ان میں فارسی ادبی مقالات بھی باقاعدگی سے شائع ہوتے ہیں۔ **ہلال** اور **پاکستان مصور** تو کئی سال تک خدمات انجام دینے کے بعد بند ہو چکے ہیں لیکن **سروش** چھپ رہا ہے۔ ان مجلّات میں شائع ہونے والے فارسی ادب اور ایرانی مطالعات سے متعلق مقالات کا اندراج استاد ایرج افشار کی تالیف کردہ **فہرست مقالات فارسی** [۷۴] میں موجود ہے۔

فارسی ادب اور ایرانی مطالعات پر تحقیق کا بڑا حصہ پاکستان کے مختلف اردو رسائل و جراید میں منتشر صورت میں موجود ہے۔ ڈاکٹر سفیر اختر (استاد بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد) نے ۱۹۹۸ء میں مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان کی تجویز پر، استقلال پاکستان کی پچاسویں سالگرہ کی مناسبت سے، پاکستان کے پچاس سالہ دور (۱۹۴۷-۱۹۹۷ء) میں فارسی ادب اور ایران شناسی سے متعلق شائع شدہ اردو مقالات کی فہرست اشاعت کی غرض سے مرتّب کی لیکن افسوس کہ یہ فہرست ابھی تک زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکی۔ اگر یہ فہرست شایع ہو جائے تو پاکستان میں فارسی ادب اور ایرانی مطالعات کی صورتحال واضح تر ہو جائے گی۔

پاکستانی جامعات اور علمی اداروں کی طرف سے وقتاً فوقتاً منعقد کیے جانے والے سمینار اور کانفرنسیں اور ان میں پیش کیے جانے والے تحقیقی مقالات کی یکجا اشاعت بذات خود پاکستان میں ایرانی مطالعات اور فارسی متون اور ادب پر تحقیق کے رجحانات کا آئینہ دار ہیں۔ ۱۹۷۸ء میں پشاور یونیورسٹی نے مولانا جلال الدین رومی کی پیدائش کی سات سو سالہ تقریبات کے موقع پر عالمی کانگرس منعقد کی اور بعد میں اس کی روداد چھاپی۔ [۷۵] ۱۹۹۳ء میں مرکز تحقیقات فارسی نے ایران اور پاکستان کے تہذیبی رشتوں کے موضوع پر بین الاقوامی سمینار کروایا اور اس میں پیش کیے گئے مقالات دو جلدوں میں چھاپے۔ [۷۶]

میں اپنی گزارشات کا اختتام اپنے ایک نقطۂ نظر کے اظہار اور ایک تاکید کے ساتھ کرنا چاہوں گا۔ ڈاکٹر محمود افشار مرحوم ''قلمرو زبان فارسی'' کی اصطلاح استعمال کیا کرتے تھے۔ برّصغیر کے تین ممالک بنگلہ دیش، پاکستان اور ہندوستان، اس قلمرو میں خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ اگرچہ فارسی کبھی برّصغیر میں روزمرہ بول چال کی زبان نہیں رہی ہے لیکن یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ فارسی قلمرو میں لکھی جانے والی فارسی کتب میں سے بیشتر برّصغیر میں ہی تصنیف ہوئی ہیں اور یہ تعداد ان ممالک میں لکھی جانے والی کتب سے کہیں زیادہ ہے جہاں کی قومی اور روزمرہ کی زبان فارسی ہے۔ بلاشبہ برّصغیر کی جغرافیائی وسعت بھی کثرت تصانیف میں دخیل ہے، لیکن مسئلہ صرف ارضیاتی طول و عرض کا نہیں ہے۔ پشاور سے کلکتہ تک فارسی ادب و تہذیب کا اثر اس قدر گہرا تھا کہ شمالی ہند (پنجاب) میں پنجابی زبان کو اور مشرقی ہند (بنگال) میں بنگالی زبان کو فارسی زبان کی مدد کے بغیر نہیں سکھایا جاتا تھا۔ یہ بات ان منظوم نصاب ناموں سے بخوبی عیاں ہے جو اس پورے علاقے میں فارسی سکھانے کے لیے مقامی زبانوں میں لکھے جاتے رہے ہیں۔ گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری میں عبدالواسع ہانسوی [۷۷] اور میر محمدی اکبرآبادی [۷۸] نے شمالی ہندوستان میں اردو لغات، فارسی توضیحات کے ساتھ لکھی ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ خود اردو الفاظ کی تشریح ہنوز فارسی زبان کی محتاج تھی۔

اگر کبھی کسی تحقیقی مرکز میں فارسی زبان کے تین بڑے علاقوں- وسطی ایشیا، برّصغیر اور ایران- سے متعلق کسی ایک ہی دَور اور موضوع سے متعلق تحقیق کی جائے، مثال کے طور پر یہ جائزہ مرتّب کیا جائے کہ صدی بہ صدی ان تینوں علاقوں میں کس قدر فارسی تذکرے تالیف کیے گئے؟ تو مجھے یقین ہے کہ تحقیق کے نتیجے میں برّصغیر کا حصّہ سب سے زیادہ ہوگا۔ برّصغیر، فارسی ادب اور ایرانی تہذیب کے نفوذ و اثرات کے لحاظ سے ایک ایسی دنیا ہے جو ابھی دریافت نہیں ہوئی۔ ہنوز بلا مبالغہ ہزاروں فارسی مخطوطات برّصغیر میں غیر متعارف پڑے ہیں، ان میں سے ہر مخطوطہ برّصغیر میں فارسی ادب کی حاکمیت کی سند ہے۔

مجھے آپ سے یہ کہنا ہے کہ اپنے اجداد کی اس مشترکہ میراث کی جانب توجہ مبذول رکھیں۔ جتنی زیادہ فہرستیں (کتابیات) چھپیں گی، برّصغیر میں ایرانی تہذیب کا کردار واضح طور پر سامنے آئے گا۔ حکومت ایران کے تعاون سے اگر تہران میں فہرست نویسی اور مسائل مخطوطات کے لیے ایک مرکز کا قیام عمل میں لایا جائے تو اپنے اجداد کے آثار و میراث سے آگاہی کے لیے یہ ایک مؤثر اقدام ہوگا۔

شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری اس غیر مربوط گفتگو کو صبر و تحمل سے سنا اور برداشت کیا۔

حواشی

یہ مقالہ اس فارسی خطبہ پر مبنی ہے جو ۱۴ اگست ۲۰۰۴ء کو مرکز پژوہشی میراث مکتوب، تہران میں ایرانی فضلاء کے سامنے دیا گیا اور بعد میں اسی ادارے کے ترجمان رسالہ **آینۂ میراث** کے ضمیمہ ۲ (سال ۱۳۸۳ شمسی/ ۲۰۰۴ء) میں بعنوان ''تاریخچۂ ایرانی مطالعات و مباحث متن پژوہی در پاکستان'' شایع ہوا۔ اردو ترجمہ میں موقع کی مناسبت سے مصنف کی طرف سے کچھ ترمیمات اور اضافات ہوئے ہیں۔

۱۔ عبدالحئ حبیبی، **چہار مقالہ بر فردوسی**، کابل، ۱۳۵۵ھ ش؛ شاہد چوہدری، **در شناخت فردوسی**، تہران، ۱۳۷۱ھ ش

۲۔ کمال الدین عبدالرزاق سمرقندی، مطلع سعدین و مجمع بحرین، بہ تصحیح محمد شفیع، لاہور، جلد ۲، جزا، ۲، ۳، ۴۹-۱۹۴۱ء

۳۔ عبدالنبی فخر الزمانی قزوینی، میخانہ، بہ تصحیح و حواشی مولوی محمد شفیع، عطر چند کپور اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۲۶ء

۴۔ رشیدالدین فضل اللہ ہمدانی، مکاتبات رشیدی، جمع کردۂ مولانا محمد ابرقوہی، بہ سعی و اہتمام و تصحیح محمد شفیع، کلیۂ پنجاب، لاہور، ۱۹۴۵ یا ۱۹۴۷ء

۵۔ عنصری، وامق و عذرا، با مقدمہ و تصحیح و تحشیہ مولوی محمد شفیع، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۶۷ء

۶۔ Storey, C.A, *Persian Literature, A bio - bibliographical Survey*, London, 1927-97, Vol.1-5

۷۔ اللہ داد فیضی سرہندی، مدار الافاضل، بہ اہتمام ڈاکٹر محمد باقر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۴ جلد، ۱۹۵۹-۱۹۷۰ء

۸۔ داراب بیگ جویا تبریزی، کلیات جویا تبریزی، بہ کوشش ڈاکٹر محمد باقر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۵۹ء

۹۔ احمد علی خان ہاشمی سندیلوی، تذکرۂ مخزن الغرایب، با مقابلہ و تصحیح ڈاکٹر محمد باقر، ج ۱ و ۲: پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۶۸-۱۹۷۰ء

ج ۳،۴،۵: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۹۲-۱۹۹۴ء

۱۰۔ فقیر اللہ آفرین لاہوری، کلیات آفرین لاہوری، بہ اہتمام پروفیسر غلام ربانی عزیز، پنجابی ادبی اکیڈمی، لاہور، ۱۹۶۷ء، ج ا

۱۱۔ نور العین تائب بیگ واقف لاہوری، دیوان واقف لاہوری، بہ تصحیح پروفیسر غلام ربانی عزیز، پنجابی ادبی اکیڈمی، لاہور، ۱۹۶۲ء

۱۲۔ محمد اکرم غنیمت کنجاہی، دیوان غنیمت کنجاہی، بہ تصحیح پروفیسر غلام ربانی عزیز، پنجابی ادبی اکیڈمی، لاہور، ۱۹۵۸ء

۱۳۔ مثنوی نیرنگ عشق، بہ تصحیح پروفیسر غلام ربانی عزیز، پنجابی ادبی اکیڈمی، لاہور ۱۹۶۲ء

۱۴۔ سید عبداللہ، فارسی زبان وادب: مجموعۂ مقالات، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۷ء

۱۵۔

A Descriptive Catalogue of Persian ,Urdu & Arabic Manuscripts in the Punjab University Library,

Vol.1 Persian Manuscripts,Fasciculus I History, University of the Punjab, Lahore,1942;

Vol.1 Persian Manuscripts, Fasciculus II Persian Poetry, Lahore,1948.

۱۶۔ سراج الدین علی خان آرزو، داد سخن، بہ تصحیح ڈاکٹر سید محمد اکرم، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۷۴ء

۱۷۔ سراج الدین علی خان آرزو، تنبیہ الغافلین، بہ تصحیح ڈاکٹر سید محمد اکرم، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۸۱ء

۱۸۔ ابوالبرکات منیر لاہوری و سراج الدین علی خان آرزو ایضاً، کارنامہ و سراج منیر، بہ تصحیح ڈاکٹر سید محمد اکرم، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۷۷ء

۱۹۔ شفیعی کدکنی، محمد رضا، شاعری در ہجوم منتقدان، آگہ، تہران، ۱۳۷۵ھ ش

۲۰۔ محمد اکرم اکرام، سید، اقبال در راہ مولوی، لاہور، انجمن دوستی ایران و پاکستان، ۱۹۷۰ء؛ لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۸۲ء

۲۱۔ عبدالشکور احسن، Modern Trends in Persian Language (گرایشہای تازہ در زبان فارسی)، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد ،۱۹۷۶ء

۲۲۔ محمد بشیر حسین، فہرست مخطوطات شیرانی، ادارۂ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۷۵-۱۹۶۹ء، ۳ جلد

۲۳۔ عین الدین عین الملک عبداللہ بن ماہر وملتانی، انشاے ماہرو، بہ تصحیح شیخ عبدالرشید، ادارۂ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۶۵ء

۲۴۔ سعداللہ خان، مکتوبات سعداللہ خان، بہ تصحیح ناظر حسین زیدی، ادارۂ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۶۸ء

۲۵۔ ظہور الدین احمد، پاکستان میں فارسی ادب کی تاریخ، ج ۱: پنجاب یونیورسٹی بک ایجنسی، ج ۲: مجلس ترقی ادب، لاہور، ج ۳ تا ۵: ادارۂ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب، لاہور، ج ۶: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد

۲۶۔ اس ذخیرہ کے مخطوطات کی تفصیل کے لیے دیکھیے: عارف نوشاہی، محمد اکرام چغتائی، فہرست مخطوطات آزاد، شعبۂ اردو اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۲۰۱۰ء (زیر طبع)

۲۷۔ محمد حسین آزاد، ''سیر ایران''، ترجمہ عارف نوشاہی، آینده، تہران، ۱۹۹۰ء، سال ۱۶، شمارۂ ۱۔۴، ص ۸۸۔۹۳؛ شمارۂ ۵۔۸، ص ۴۷۰۔۴۸۱

۲۸۔ محمد حسین آزاد، سخندان فارس، بہ اہتمام آغا محمد ابراہیم، لاہور، ۱۹۰۷ء

۲۹۔ فضل حق، قاضی، سخنوران ایران، ادارۂ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۰ء

۳۰۔ فضل حق، قاضی، مقالات پروفیسر خان صاحب قاضی فضل حق، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۶ء

۳۱۔ ابوبکر اسحاق بن تاج الدین ابی الحسن حافظ ملتانی، خلاصۂ جواہر القرآن فی بیان معانی لغات القرآن، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء

۳۲۔ ظہیر احمد صدیقی، اخلاقیات ایرانی ادبیات میں، مجلس تحقیق وتالیف فارسی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور، ۲۰۰۳ء

۳۳۔ ظہیر احمد صدیقی، فارسی غزل کا ارتقا، مجلس تحقیق وتالیف گورنمنٹ کالج لاہور ۱۹۹۳ء

۳۴۔ ظہیر احمد صدیقی، گنجینۂ معانی (مطالب اخلاقی وحکمی در ادبیات فارسی) مجلس تحقیق وتالیف دانشگاہ گورنمنٹ کالج لاہور، ۲۰۰۲ء

۳۵۔ حالی، الطاف حسین، حیات سعدی، مجلس ترقی ادب، لاہور

۳۶۔ حالی، الطاف حسین، مقدمۂ سفرنامۂ حکیم ناصر خسرو، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۷۳ء

۳۷۔ محمود شیرانی، حافظ، مقالات حافظ محمود شیرانی، مرتبہ مظہر محمود شیرانی، مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۶۲-۲۰۰۷ء، ۱۰ جلد

۳۸۔ شبلی نعمانی، شعر العجم یا تاریخ شعر و ادبیات ایران، ترجمۂ سید محمد تقی فخر داعی گیلانی، دنیاے کتاب، تہران، ۱۳۶۳ھ ش، پانچوں حصے دو جلدوں میں طبع ہوئے ہیں۔

۳۹۔ محمود شیرانی، تنقید شعر العجم، ترجمہ شاہد چوہدری و توفیق ہ سبحانی، دانشگاہ پیام نور، تہران، ۱۳۸۱ھ ش

۴۰۔ محمد شفیع، مقالات مولوی محمد شفیع، مرتبہ احمد ربانی مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۷-۱۹۸۱ء، ۵ جلد

۴۱۔ محمد شفیع، یادداشت ہاے مولوی محمد شفیع، مرتبہ وزیر الحسن عابدی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۷-۱۹۷۰ء، ۲ جلد

۴۲۔ نظام الدین احمد ہروی، طبقات اکبری، ترجمہ محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، ۱۹۹۰ء

۴۳۔ صمصام الدولہ شاہنواز خان، ماثر الامراء، ترجمہ محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، ۱۹۶۸-۷۰ء، ۳ جلد

۴۴۔ حامد بن فضل اللہ جمالی دہلوی، سیر العارفین، ترجمہ محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، ۱۳۹۶ھ

۴۵۔ غلام علی دہلوی، مقامات مظہری، ترجمہ محمد اقبال مجدّ دی، اردو سائنس بورڈ، لاہور ۱۹۸۳ء طبع اول، ۲۰۰۱ طبع دوم

۴۶۔ اصلح متخلص بمیرزا، تذکرۂ شعراے کشمیر، بہ تصحیح و مقدمہ سید حسام الدین راشدی، اقبال اکادمی، کراچی، ۱۹۶۷ء؛ حسام الدین راشدی، تذکرۂ شعراے کشمیر، اقبال اکادمی، کراچی، ۱۹۶۷-۶۹ء، ۴ جلد

۴۷۔ عبدالرشید، خواجہ، تذکرہ شعراے پنجاب، اقبال اکادمی، لاہور، ۱۹۶۸ء

۴۸۔ جاوید اقبال، جاویدان اقبال، ترجمہ و تحشیہ شہین دخت کامران مقدم صفیاری، اقبال اکیڈمی لاہور، ۱۹۸۶-۸۵ء، ۴ جلد، زندہ رود کا اردو سے فارسی ترجمہ ہے۔

۴۹۔ خسرو دہلوی، ناصرالدین ابوالحسن،کلیات غزلیات خسرو، بہ تصحیح اقبال صلاح الدین، پیکجز لمیٹیڈ، لاہور،۷۲-۱۹۷۵ء

۵۰۔

Ghulam Sarwar,History of Shah Isma'il Safawi,Muslim University Aligarh,1939.

اس کا فارسی ترجمہ بقلم محمد باقر آرام وعباس قلی غفاری فرد، مرکز نشر دانشگاہی، تہران سے شایع ہوا ہے۔

۵۱۔ گلہاے بہار،سخن نو،حرف نو، آثار جاویدان، افکار جاویدان، تاریخ زبان فارسی وغیرہ اس ادارے کی مطبوعات ہیں۔

۵۲۔

Ghulam Sarwar,*A Descriptive Catalogue of the Oriental Manuscripts in the Durgah Library UCH Sharif Gilani,*Urdu Academy,Bahawalpur, 1960

۵۳۔ غلام سرور، مقدمۂ جواہرالاولیا، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۷۶ء؛ باقر بن عثمان بخاری اوچی، جواہر اولیاء، بہ تصحیح غلام سرور، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۷۶ء

۵۴۔ جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت، خلاصۃ الفاظ جامع العلوم، جامع: علاءالدین علی بن سعد دہلوی، مرتبہ ڈاکٹر غلام سرور، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء

۵۵۔ تفہیمی، ساجداللہ، شعرای اصفہانی شبہ قارہ، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۹۴ء

۵۶۔ تفہیمی، ساجداللہ، کشف الالفاظ اقبال، خانۂ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران، کراچی، ۲۰۰۲ء

۵۷۔

Riazul Islam, *Indo-Persian Relations,Iranian Cultural Foundation,* Tehran, 1970.

Riazul Islam , *A Calendar of Documents on Indo-Persian Relations*, Tehran/Karachi,1979-82, 2Volms.

۵۸۔ محمود بن امیر ولی بلخی، بحرالاسرار فی مناقب الاخیار، بہ اہتمام ریاض الاسلام، انسٹی ٹیوٹ اف سنٹرل اینڈ ویسٹ ایشین سٹڈیز، کراچی یونیورسٹی، ۱۹۸۰ء

۵۹۔ قاطعی ہروی، تذکرۂ مجمع الشعرای جہانگیر شاہی، بہ تصحیح محمد سلیم اختر، انسٹی ٹیوٹ اف سنٹرل اینڈ ویسٹ ایشین سٹڈیز، کراچی یونیورسٹی، ۱۹۷۹ء

۶۰۔ نورالدین جہانگیر، تذکرہ الشعرا ، بہ تصحیح ومقدمہ عبدالغنی میرزایف، توضیحات واستدراکات سید حسام الدین راشدی، انسٹی ٹیوٹ اف سنٹرل اینڈ ویسٹ ایشین سٹڈیز، کراچی یونیورسٹی، بتعاون انسٹی ٹیوٹ اف اورینٹل سٹڈیز، اکیڈمی آف سائنسز اف تاجیکستان، ۱۹۷۶ء، یہ مولانا مطربی سمرقندی کے تذکرہ نسخہ زیباے جہانگیر کا ایک حصّہ ہے۔

۶۱۔ سراج الدین علی خان آرزو، مثمر، بہ تصحیح و حواشی ریحانہ خاتون، انسٹی ٹیوٹ اف سینٹرل اینڈ ویسٹ ایشین سٹڈیز، کراچی یونیورسٹی، ۱۹۹۱ء

۶۲۔ سید میر محمد بن بایزید پورانی ،نصرت نامہ ترخان، بہ تصحیح انصار زاہد خان ،انسٹیٹیوٹ آف سینٹرل اینڈ ویسٹ ایشین سٹڈیز، کراچی یونیورسٹی،۲۰۰۰ء

۶۳۔ تاج الدین حسن بن شہاب یزدی ،جامع التواریخ حسنی، بہ کوشش حسین مدرسی طباطبائی وایرج افشار،انسٹیٹیوٹ آف سینٹرل اینڈ ویسٹ ایشین سٹڈیز،کراچی یونیورسٹی،۱۹۸۷ء

۶۴۔ غیاث الدین علی یزدی ،سعادت نامہ یا روزنامۂ غزوات ہندوستان،مرتبہ ایرج افشار ،انسٹیٹیوٹ آف سینٹرل اینڈ ویسٹ ایشین سٹڈیز کراچی یونیورسٹی،دفتر نشر میراث مکتوب،تہران،۲۰۰۰ء

۶۵۔ علی شیر قانع تتوی،مکلی نامہ،مقدمہ وتعلیقات سید حسام الدین راشدی،سندھی ادبی بورڈ،حیدرآباد،۱۹۶۷ء

۶۶۔ راشدی،حسام الدین،مقالات راشدی،مرتبہ ڈاکٹر غلام محمد لاکھو،انسٹیٹیوٹ آف سینٹرل اینڈ ویسٹ ایشین سٹڈیز کراچی،۲۰۰۱ء

۶۶الف۔ عفت بانو،''ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان: حالات زندگی''،تحقیق،شعبۂ اردو،سندھ یونیورسٹی،جام شورو،شمارہ۴،۱۹۹۱ء،ص۳-۲۳

۶۷۔ احمد منزوی،فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان،مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان،اسلام آباد،۹۷-۱۹۸۳ء،۱۴جلد

۶۸۔ محمد عالم صدیقی علوی لمحات من نفحات الانس، پیشگفتار و فہارس محمد نذیر رانجھا،مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان،اسلام آباد،باشتراک مؤسسہ انتشارات اسلامی،لاہور،۱۹۸۶ء

۶۹۔ مصنف نامعلوم،تذکرۂ بغراخانی، بہ تصحیح محمد منیر عالم،مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان،اسلام آباد،۱۹۹۸ء

۷۰۔ عنایت اللہ شہرانی،دوبیتی ہای تاجیکی،مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان،اسلام آباد،۱۹۹۴ء

۷۱۔ غلام حسین خان مخاطب بہ خان زمان خان،تاریخ آصف جاہیان(گلزار آصفیہ)،با مقدمۂ محمد مہدی توسلی،مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان،اسلام آباد،۱۹۹۹ء

۷۲۔ شاہ داعی کی شرح مثنوی معنوی اورنسائم گلشن (شرح گلشن راز) دونوں بہ اہتمام محمد نذیر رانجھا شایع ہوئی ہیں۔

۷۳۔ دانش کے دواشاریے شایع ہوئے ہیں۔ایک فہرست مقالات فصل نامۂ دانش نگارش ڈاکٹر محمد مہدی توسّلی، جو دانش کے شمارہ ۱ تا ۵۳ کا اشاریہ ہے اور دانش کے شمارہ ۵۴-۵۵ (سال ۲۰۰۰ء) کے ساتھ بطور ضمیمہ شایع ہوا تھا۔دوسرا اشاریہ بھی فہرست مقالات فصل نامۂ دانش کے نام سے مرتّب ہوا جس کی تدوین شگفتہ یاسین عباسی نے کی۔یہ شمارہ ۵۴ تا ۸۵ کا اشاریہ ہے اور دانش کے شمارہ ۸۶ (۱۳۸۵ھ ش) میں چھپا ہے۔

۷۴۔ ایرج افشار،فہرست مقالات فارسی،تہران،۸۳-۱۳۴۸ھ ش،۶ جلد

۷۵۔ کے بی نسیم،ارمغان رومی،پشاور یونیورسٹی،۱۹۷۹ء

۷۶۔ مجموعۂ سخنرانی ہای نخستین سمینار پیوستگی ہای فرہنگی ایران وشبہ قارہ،مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان،اسلام آباد،۱۹۹۳ء

۷۷۔ عبدالواسع ہانسوی کی غرایب اللغات،اردو سے فارسی کی پہلی فرہنگ ہے جس کا متن تاحال الگ سے نہیں چھپا۔سراج الدین علی خان آرزو نے نوادرالالفاظ (با مقدمۂ سید عبداللہ،انجمن ترقی اردو پاکستان،کراچی،۱۹۵۱ء) میں اسے نقل کرکے اس پر تنقید کی ہے۔

۷۸۔ میر محمدی عترت اکبرآبادی،کمال عترت،با مقدمہ وتصحیح وتعلیقات عارف نوشاہی،مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،۱۹۹۹ء ،اردو

سے فارسی کی دوسری قدیم ترین فرہنگ ہے۔

Abstract

The tradition of Editing of Persian literary texts had been established in the sub-continent in early 20th century. In this respect, a number of research articles and monographs had been written regarding the introduction and editing of literary texts.This article aims at introducing primary and important Persian texts edited in Pakistan and takes into account the overall works of editing being done in Pakistan.

The author has compiled this analytical work with reference to the contribution of individual researchers, universities and other institutions and has recognized their services in respect of Persian Studies in Pakistan. He has discussed the role of the institution like Oriental College, Punjabi Adabi Board, Government College, Majlis Taraqai Adab, Packages Limited Lahore and the scholars like Hafiz Mehmud Shirani, Moalvi Mohammad Shafi, Ghulam Mustafa Khan, Pir Hussamuddin Rashidi etc.